

# توکل کے فوائد و ثمرات
# اور
# ماہِ صفر سے متعلق توہمات

۲ صفر المظفّر ۱۴۴۸ھ / 17 جولائی 2026ء


مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com/ یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ ۔ [اٰلِ عمرٰن 3:159]

ہر شخص کامیاب ہونا چاہتا ہے، مگر کامیابی کے حوالے سے لوگوں کے مِعیارات مختلف ہیں۔ کوئی دَولت کی فَراوانی کو کامرانی سمجھے ہوئے ہے... کسی کی نظر میں بڑا عہدہ سُرخ رُوئی ہے... اور کسی نے دیگر دُنیاوی منافع کو مقصودِ زندگی بنا رکھا ہے... لیکن حقیقت میں کامیاب وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ کامیاب قرار دیں۔ قرآن وسنّت کے مطابق ایمان کے ساتھ ربِّ کریم اور اُس کے حبیب ﷺ کی اِطاعت وفرماں برداری کرکے اُنھیں راضی کرنے والے ہی وہ خوش نصیب ہیں جنھیں فَوز وفَلاح نصیب ہوگی۔

حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لیے تین چیزوں کی اِصلاح ضروری ہے:

i. عقائد ونظریات: یعنی بندے کا کوئی عقیدہ ایسا نہ ہو جو اُسے کفر یا گمراہی تک پہنچادے۔

ii. اقوال وافعال: یعنی انسان کی گفتگو، کردار اور اعمال شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہوں۔

iii. قلبی کیفیات: یعنی بندے کا دل اُن عمدہ اوصاف سے آراستہ ہو جنھیں قرآن وسنّت میں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اُن مذموم صفات سے پاک ہو جن سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

اگر تیسری چیز، یعنی دل کے اوصاف پر غور کریں تو دینِ متین نے جن اچھے اوصاف کو اختیار کرنا فرض قرار دیا ہے، اُن میں سے ایک اللہ تعالیٰ پر توکُّل بھی ہے۔ یہ ایسی عظیم خوبی ہے جس کی برکت سے انسان کو بے شمار دینی ودُنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ سب سے بڑی سعادت یہ کہ قرآنِ مجید کے مطابق اللہ تعالیٰ توکُّل کرنے والوں سے محبّت فرماتا ہے۔

ایک طرف توکُّل اہم قلبی فرائض میں سے ہے تو دوسری طرف ہم بہت تیزی کے ساتھ اِس عظیم دَولت سے محروم ہوتے چلے جارہے ہیں۔ عصرِ حاضر کی صورتِ حال پر غور کیا جائے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ بہت سارے افراد توکُّل کے زیور سے آراستہ ہونا تو دُور کی بات ہے، اِس کے صحیح مطلب ومفہوم سے بھی آشنا نہیں ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اکابرِ دین نے اُن اسباب وذرائع کی نشان دَہی فرمائی ہے جنھیں اختیار کرنے سے توکُّل کی دولت پروان چڑھتی ہے اور آج کے پُرفِتن دَور میں اُنھیں اپنانے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

آج صفر المظفّر کی دوسری تاریخ ہے۔ توکُّل کے فُقدان، یقین کی کمزوری اور مادّہ پرستی کے نتیجے میں بہت سے لوگ اِس مبارَک مہینے کے بارے میں بے بنیاد تصوُّرات رکھتے ہیں اور طرح طرح کے توہُّمات کا شکار ہیں۔

چنانچہ آج ”توکُّل کے فوائد وثَمَرات اور ماہِ صفر سے متعلق توہُّمات“ کے زیرِ عنوان اِنہی اَہَمّ امور پر گفتگو ہوگی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

# اُمورِ قلب کو جاننے کی ضرورت واہمیت

قرآن وسنّت میں جس طرح بعض ظاہری اعمال کو فرض قرار دیا گیا ہے اور کچھ کو حرام...اِسی طرح دل میں بعض اوصاف موجود ہونے کو فرض ولازم قرار دیا گیا ہے اور بعض کو حرام وممنوع۔ مثال کے طور پر:

- یہ فرض ہے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعظیم وتوقیر، رِضائے الٰہی پر راضی رہنا، اِخلاص، عاجزی، خُشوع وخُضوع، اچھا گمان اور خیر خواہی وغیرہ اوصافِ حمیدہ موجود ہوں۔
- اِس کے برعکس تکبُّر، حَسَد، بخل، لمبی اُمّید، بدگُمانی، دین میں سُستی، ناشکری، لالچ، دُنیا کی مَحبَّت، عزّت ومنصَب اور شہرت کی طلب، مسکینوں کو حقیر سمجھنا اور بے صبری وغیرہ مذموم صفات کا دل میں ہونا حرام اور سخت گناہ ہے۔[1]

پھر یہ بات بھی نہایت اَہَمّ ہے کہ جس طرح ظاہری اعمال کے فرائض ومُحرَّمات کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اِسی طرح دل سے متعلق فرائض ومُحرَّمات کو سیکھنا بھی فرضِ عین ہے،[2] بلکہ دل کی اِصلاح کا اہتمام زیادہ ضروری ہے؛ کیونکہ وہ پورے جسم کا بادشاہ ہے۔ حدیثِ مبارک کے مطابق دل سنور جائے تو پورا جسم سنور جاتا ہے، جب کہ دل بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ (صحیح بخاری:52)

فرض کیجیے کہ ایک شخص پابندی سے نَمازیں پڑھتا ہے، مگر اُس نے کبھی نماز کے فرائض وواجبات وغیرہ نہیں سیکھے تو ممکن ہے کہ کئی سالوں بعد اُسے پتا چلے کہ فلاں غلطی کی وجہ سے میری نمازیں ادا ہی نہیں ہوئیں.... بلاشبہ یہ بہت بڑا نقصان ہوگا اور معلوم ہونے پر اُسے شدید پریشانی ہوگی۔ بالکل اِسی طرح کوئی شخص کثرت سے نیک اعمال تو کرتا ہے، مگر قلبی فرائض، بیماریوں اور اُن کے علاج سے ناواقف رہے تو ممکن ہے کہ ایک وقت آنے پر اُسے احساس ہو کہ مثلاً اِخلاص نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی نیکیاں قبولیت کے لائق نہیں یا تکبُّر اور لمبی اُمّید وغیرہ نے اُسے جہنَّم کے راستے پر ڈال دیا تھا تو یقیناً یہ بڑا خسارہ ہوگا اور حقیقت معلوم ہونے کے بعد بڑی شرمندگی ہوگی۔

باطنی اُمور کو سیکھنا اور اُن کا اہتمام کرنا ظاہری اعمال بجالانے سے اِس لیے بھی زیادہ اہم ہے کہ اگر دل بُرے اوصاف سے آلودہ ہو تو اُن کی نحوست انسان کو ظاہری عبادات سے بھی محروم کر سکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نمازیں پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو، مگر رِیاکاری یا خود پسندی میں مبتلا ہو تو اندیشہ ہے کہ اِن تباہ کُن بیماریوں کی وجہ سے اُسے نماز روزے سے بھی محروم کر دیا جائے۔ بلکہ اگر باطنی اُمور کا علم نہ ہو تو بعض اوقات بندہ گناہوں پر مشتمل کاموں کو اپنی نادانی کی وجہ سے بھلائی اور خیر سمجھ لیتا ہے۔[3]

---

[1] دیکھیے: فتاوٰی رضویہ، ج:21، ص:502، 503، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ

[2] دیکھیے: فتاوٰی رضویہ، ج:23، ص:624

[3] دیکھیے: منہاج العابدین للغزالی، عقبۂ اُولیٰ، ص:37، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ۔ فتاوٰی رضویہ، ج:21، ص:503

# توکّل کا مفہوم اور اُس کے فضائل

**مفہوم:** دُنیا دارُ الاسباب ہے، اِس کے نظام میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب رکھا ہے۔ جب انسان سبب اختیار کرتا ہے تو باری تعالیٰ کے کرم سے کام ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ انسان اسباب اختیار کرنے کے بعد اُن پر اعتماد نہ کرے، بلکہ اپنے مہربان ربّ پر بھروسا کرے... مثلاً کوئی آدمی بیمار ہو جائے تو وہ دوا لے، مگر یہ نہ سمجھے کہ اِس دوا سے شفا ہو گی، بلکہ عقیدہ یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اپنے کرم کے ساتھ اِس کے ذریعے شفا عطا فرمادے گا۔ باری تعالیٰ پر بھروسا کرنے کو "توکّل" کہا جاتا ہے۔

**تشریح:** توکّل کی بہترین وضاحت سرکارِ دوعالم ﷺ کے ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے۔ پروَردۂ آغوشِ نُبوّت سیدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ عالی میں عرض کی: يَارَسُوْلَ اللهِ! أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ؟ یعنی یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! توکّل کا درست طریقہ کیا ہے، سواری باندھ کر توکّل کروں اور یہ کہوں کہ میرا کام اِتنا ہی تھا، اب حفاظت اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا... یا اُسے کھلا چھوڑ کر اللہ پاک پر بھروسا کروں؟ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ! "سواری کو باندھو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرو!"

(جامع ترمذی، حدیث: 2517۔ ورواہ البیہقی فی شعب الایمان عن عمرو بن اُمیّۃ بلفظ بَلْ قَيِّدْ وَتَوَكَّلْ، رقم: 1160، حدیث صحیح)

کتنا جامع اور حکمت بھرا اِرشاد ہے! صرف دو لفظوں میں حضورِ اکرم ﷺ نے تدبیر اور تقدیر... سبب اور مُسبَّب.. کوشش اور توکّل، سب کو واضح فرمادیا۔ تدبیر کی تربیت بھی فرمادی اور ساتھ ہی توکّل کا حکم بھی دے دیا۔ تاہم وہ اکابر جو معرفتِ الٰہی کے اعلیٰ درجے پر پہنچے اور اُنھیں قدرتِ الٰہی پر یقین کا انتہائی بلند مرتبہ نصیب ہوا، اُن کا ظاہری اسباب کو چھوڑ دینا ایک الگ مُعاملہ ہے۔

**فضائل:** توکّل کرنے والوں کو بے شمار دینی و دُنیاوی برکتیں نصیب ہوتی ہیں... اللہ تعالیٰ اُن کے کاموں میں آسانیاں پیدا فرماتا ہے اور ایسے راستے کھولتا ہے جن کا وہ گمان بھی نہیں کرسکتے، سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ۔ "اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے تو وہ اُسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے (اُس کے اِرادے کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں)۔" [الطلاق 3:65]

دوسرے مقام پر قرآنِ حکیم میں ہے: فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ یعنی "اے حبیب! جب آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسا کیجیے! بے شک اللہ توکّل کرنے والوں سے مَحبّت فرماتا ہے۔" [اٰلِ عمرٰن 159:3]

جو خوبی ایسی عظیم سعادت اور اِس قدر فوائد پر مشتمل ہو اُسے حاصل کرنے میں سُستی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔

# رُسُوخِ توکُّل کے ذرائع

بعض نعمتیں بندے کی جِدّ و جَہد کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کو عطا کر دی جاتی ہیں، جب کہ کچھ چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اگر کسی خوش نصیب کو ایمان کی برکت سے قدرتی طور پر توکل کی دَولت نصیب ہو جائے تو بہت بڑی سعادت ہے، تاہم ہم جیسے افراد کو یہ عظیم نعمت حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

جن اسباب و ذرائع کو اختیار کرنے کی برکت سے توکل کی دَولت عطا ہوتی ہے، اُن میں سے چند یہ ہیں:

1) **دُعائے توکُّل:** ہر نعمت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے، چاہے بندے کی کوشش کے بعد عطا ہو یا اُس کے بغیر۔ توکُّل بھی ایک عظیم نعمت ہے، چنانچہ ربِّ کریم سے دُعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی ذات پر کامل اعتماد اور سچے توکُّل سے مالا مال فرما دے!

2) **یقین کی پختگی:** توکُّل کی بنیاد یقین پر ہے، قدرتِ الٰہیہ پر یقین کمزور ہو تو توکُّل بھی ضعیف ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور وعدوں پر یقین مضبوط ہو تو توکُّل بھی اُسی قدر پختہ ہوتا ہے۔

لوگ یقین کمزور ہونے کی وجہ سے ہی تو حرام ذرائع اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر بندہ صرف اس بات پر غور کر لے کہ جو خالق بغیر کسی کی مدد کے تنہا زمینوں اور آسمانوں کا نظام چلا رہا ہے، جس کے علم سے کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں، جو تمام مخلوق کے ظاہر و باطن، حال و مستقبل اور ضروریات سے خوب واقف ہے، یقیناً وہ میرے حالات سے آگاہ بھی ہے اور مجھے روزی دینے پر قادر بھی... تو یہ یقین پختہ ہونے کے بعد انسان حرام ذرائع اختیار کرنے کا تصور بھی نہیں کرے گا۔

3) **فوائدِ توکُّل پر غور:** جب کسی چیز کے فوائد پر غور کیا جائے اور اُس سے محرومی کے نقصانات کو پیشِ نظر رکھا جائے تو دل میں اُس چیز کا شوق بیدار ہوتا ہے اور بندہ اُسے حاصل کرنے کے لیے محنت کرتا ہے۔ توکُّل کی بھی یہی صورتِ حال ہے۔

توکُّل کے کچھ فوائد کا ذکر کیا گیا، اگر ہم اُن پر غور کریں اور دوسری جانب یہ سوچیں کہ توکُّل نہ کرنے کے نقصانات کس قدر ہیں تو دل میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسا کرنے کی خواہش بڑھنے لگے گی۔

بے توکُّلی کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ ایسے شخص کی نظر اپنے محدود وسائل اور کمزور تدبیر پر رہتی ہے، حالانکہ بندہ ذاتی حیثیت میں اتنا عاجز ہے کہ مکھی پر بھی قابو نہیں پا سکتا، چنانچہ جو توکُّل نہ کرے وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر پاتا... اِس کے برعکس اللہ کریم پر بھروسا کرنے والا اُس کی لامحدود قدرت پر نظر رکھتا ہے اور اللہ پاک کام بنائے تو دُنیا کی کوئی طاقت بگاڑ نہیں سکتی۔

4) **متوکِّلین کے احوال کا مطالَعہ:** اسلامی تاریخ توکُّل کرنے والے بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ان کے حالات کا مطالعہ کرنے سے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور توکُّل کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

# مُتوکّلین کے ایمان افروز واقعات

جذبۂ توکُّل کو مضبوط کرنے کا ایک مؤثّر ذریعہ یہ بھی ہے کہ ربِّ کریم پر بھروسا کرنے والے اکابر کے حالات کا مطالعہ کیا جائے، اُن کے ایمان افروز واقعات اِس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ خالقِ کائنات کے لیے کوئی معاملہ مشکل نہیں۔ کمزوری بندے کے یقین اور توکُّل میں ہوتی ہے۔ بندے کا بھروسا جتنا مضبوط ہو ربِّ کریم اپنی قدرت کا جلوہ بھی اُتنا ہی زیادہ ظاہر فرماتا ہے۔ ہم جیسے لوگ اسباب اختیار کر کے ربِّ کریم پر بھروسا کرتے ہیں تو وہ اسباب کے ساتھ کرم فرماتا ہے، جب کہ پختہ توکُّل و یقین والے حضرات اسباب ترک کر کے فقط مُسَبِّبُ الْاَسْباب خالق پر نظر رکھتے ہیں تو اُنھیں اسباب کے بغیر بھی اعلیٰ شان کے ساتھ قدرتِ الٰہی کا جلوہ دکھایا جاتا ہے۔

**توکّلِ مُرتَضَوی:** شہزادۂ امام زین العابدین سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا: ایک مرتبہ دو افراد اپنا مقدّمہ لے کر سیدنا علیِ مرتضٰی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک دیوار کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ کسی نے کہا: امیر المؤمنین! یہاں سے اُٹھ جائیے! دیوار گرنے والی ہے۔ آپ نے وقار و اطمینان کے ساتھ فرمایا: اِمْضِ! كَفٰى بِاللّٰهِ حَارِسًا۔ یعنی تم اپنا کام جاری رکھو! اللہ تعالیٰ کی حفاظت کافی ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فَقَضٰى بَيْنَهُمَا وَقَامَ ثُمَّ سَقَطَ الْجِدَارُ۔ یعنی آپ نے شریعت کے مطابق مقدّمے کا فیصلہ کیا، اِس دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیوار اپنی جگہ قائم رہی، آپ فیصلے کے بعد وہاں سے اُٹھے تو دیوار گر پڑی۔ (دلائل النبوّۃ لابی نعیم، رقم: 531)

**عہدِ سلمانی:** ایک موقع پر سیدنا سلمان فارسی نے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے فرمایا: أَيْ أَخِيْ! أَيُّنَا مَاتَ قَبْلَ صَاحِبِهٖ فَلْيَتَرَاءَ لَهٗ! یعنی بھائی جان! وعدہ کیجیے کہ ہم میں سے جس کی بھی پہلے وفات ہوئی وہ دوسرے کو خواب میں ضرور ملے گا!

مزید فرمایا: إِنَّ نَسَمَةَ الْمُؤْمِنِ مُخَلَّاةٌ تَذْهَبُ فِي الْأَرْضِ حَيْثُ شَاءَتْ وَنَسَمَةُ الْكَافِرِ فِيْ سِجِّيْنٍ۔ یعنی موت کے بعد مومن کی روح آزاد ہوتی ہے، جہاں چاہے جا سکتی ہے... جب کہ کافر کی روح قید ہوتی ہے۔

تقدیرِ الٰہی سے سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پہلے ہو گیا۔ ایک دن آپ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب میں تشریف لائے۔ سلام دُعا کے بعد اُنھوں نے دریافت کیا: كَيْفَ وَجَدْتَّ مَنْزِلَكَ؟ یعنی جنّت میں آپ کو کیسا درجہ نصیب ہوا؟ سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خَيْرًا۔ یعنی بہت اعلیٰ درجہ عطا ہوا ہے۔

پھر سیدنا سلمان نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بطورِ نصیحت تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا: وَعَلَيْكَ بِالتَّوَكُّلِ! فَنِعْمَ الشَّيْءُ التَّوَكُّلُ! توکُّل کا دامن پختگی سے تھامے رکھنا! یہ بہت اعلیٰ چیز ہے۔ (الطبقات الکبریٰ، ج: 4، ص: 70، دار الکتب العلمیۃ)

# ماہِ صَفَر سے متعلق تَوَہُّمات

اللہ تعالیٰ پر توکُّل اور اُس کی قدرت پر کامل یقین نہ ہونے کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان بلاوجہ بعض افراد، اشیاء، اوقات اور حالات سے ڈرنے لگتا ہے۔ وہ کئی چیزوں کو اپنے لیے نقصان دہ سمجھ کر بدشگونی لیتا ہے اور بے بنیاد توہُّمات کا شکار ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایسی ذہنی اذیّت ہے جس کا توکُّل کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔

توکُّل و یقین کے فُقدان کے سبب دورِ جاہلیت میں لوگ ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے تھے۔ یعنی اُنھوں نے محض اپنے خیالاتِ فاسدہ کی وجہ سے ذہن بنا رکھا تھا کہ یہ مہینہ اچھا نہیں، اِس میں بلائیں نازل ہوتی ہیں اور کام بگڑ جاتے ہیں۔

افسوس کہ اسلام کا نور عام ہونے کے بعد بھی اِس جاہلانہ سوچ کے اثرات معاشرے میں باقی ہیں! اب بھی کئی لوگ صفر المظفّر میں شادی اور رُخصتی نہیں کرتے، سفر سے گریز کرتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ اِس مہینے میں جنّات کام بگاڑ دیتے ہیں اور کوئی بیمار ہو جائے تو اُس کا بچنا مشکل ہوتا ہے۔ خصوصاً صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخوں کو زیادہ منحوس سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ صفر المظفّر بھی اللہ کریم کا پیدا کیا ہوا ایک مہینہ ہے، خلّاقِ عالَم نے بعض مہینوں کو عظمت و فضیلت عطا فرمائی ہے، مگر کسی کو بھی بے توقیر نہیں کیا۔ بعض اوقات میں زیادہ برکت رکھی ہے، مگر کسی کو بھی منحوس نہیں بنایا۔ اِس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے صفر کے ساتھ لفظِ اَلْمُظَفَّر بولا جاتا ہے، جس کا معنٰی ہے: کامیاب و کامران۔ چنانچہ یہ تعبیر بھی ماہِ صفر سے متعلق پائے جانے والے جاہلانہ خیالات کو ردّ کرتی ہے۔

**ارشادِ نبوی:** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ۔ یعنی "کوئی بیماری (بذاتِ خود) متعدی نہیں ہوتی... بدفالی کی کوئی حقیقت نہیں.. نہ ہی اُلّو کے بولنے کا کوئی بُرا اثر ہوتا ہے... اور نہ ہی ماہِ صفر منحوس ہے۔" (صحیح بخاری: 5757)

حدیثِ پاک میں چار جاہلانہ تصوُّرات کی تردید فرمائی گئی:

1) اہلِ جاہلیت کا نظریہ تھا کہ بیماری ذاتی طور پر دوسرے شخص کو منتقل ہو جاتی ہے، یعنی بیمار کے پاس بیٹھنے سے وہی بیماری دوسرے شخص کو بھی لگ جاتی ہے۔ حدیثِ پاک میں اِس کی نفی فرمائی گئی۔

یہ وضاحت ذہن نشین رہے کہ جدید تحقیق کے مطابق بعض بیماریوں کے جراثیم ایک شخص سے دوسرے تک منتقل ہو جاتے ہیں۔ اِس حوالے سے غور طلب بات ہے کہ اِن جراثیم کو کس نے پیدا کیا؟ وہ پہلے اور پھر اُس کے بعد دوسرے تک کس کے حکم سے پہنچے؟ اُن میں بیمار کرنے کی صلاحیت کس نے پیدا کی؟ پھر دونوں افراد کس کے حکم سے بیمار ہوئے؟ بلاشبہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہی

ہوا... تو پھر یہ بات درست ہے کہ دوسرے شخص کو بیماری جراثیم سے نہیں لگی، بلکہ اُسی ذات کے حکم سے لگی جس کے حکم سے پہلے کو لگی تھی؛ لہٰذا حدیثِ مبارک پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

2) دورِ جاہلیت میں لوگ محض اپنے وہم و گمان کی بنا پر بعض افراد، جانوروں، دنوں، مہینوں اور مقامات کو منحوس سمجھ کر اُن سے بدشگونی لیتے تھے۔ حدیثِ پاک میں اِس بدفالی و بدشگونی سے منع فرمایا گیا۔

3) اہلِ عرب کا نظریہ تھا کہ اگر کسی شخص کو قتل کر دیا جائے تو اُس کی کھوپڑی سے ایک جانور نکلتا ہے جس کا نام ھامہ ہے، جب تک قاتل سے قصاص نہ لیا جائے وہ اِن الفاظ میں فریاد کرتا ہے: "مجھے پانی دو!" نیز اہلِ عرب سمجھتے تھے کہ اگر اُلّو کسی گھر پر بیٹھ کر بولے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے یا اس گھر سے کوئی مر جاتا ہے۔ سرکارِ کونین ﷺ نے اِس کی نفی فرمائی۔

4) حدیثِ مبارک کے آخری الفاظ وَلَا صَفَرَ کے ذریعے سرکارِ مدینہ ﷺ نے ماہِ صفر کی نحوست سے متعلق جاہلانہ سوچ کا واضح الفاظ میں ردّ فرمایا۔

# توہّمات کا علاج

شیطانی وسوسوں کے باعث بسا اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی دل میں بدشگونی کے خیالات آنے لگتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں کیا کرنا چاہیے؟ نبیِ کریم ﷺ نے اِس کا بہترین حل ارشاد فرمایا ہے کہ جب بھی دل میں بدشگونی کے خیالات پیدا ہونے لگیں تو انسان اُنھیں اپنے دل و دماغ پر سوار کرنے اور اُن کی پیروی کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین و توکُّل کو مزید مُستحکم کرے اور بارگاہِ اِلٰہی میں خیر و بھلائی کی دُعا مانگے۔

صاحبِ نعلین و وِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرورِ عالم ﷺ سے روایت کیا: اَلطِّيَرَةُ مِنَ الشِّرْكِ، وَمَا مِنَّا إِلَّا ... وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ۔ "بدفالی شرک سے ہے (مشرکوں کا کام ہے)، ہم میں سے ہر ایک کو۔۔۔ [بدفالی والے کچھ خیالات آ ہی جاتے ہیں]، مگر اللہ تعالیٰ توکّل کی برکت سے اُنھیں دُور فرما دیتا ہے۔" (جامع ترمذی، حدیث: 1614)

حضرت عُروہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے روایت کیا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو یہ کلمات کہے: اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ۔ یعنی "اے اللہ! بھلائیاں صرف تُو ہی عطا فرماتا ہے اور برائیوں / ناپسندیدہ اُمور سے صرف تو ہی بچاتا ہے، گناہوں / برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی و بھلائی کی توفیق فقط تیری ہی طرف سے ہے۔" (سننِ ابو داؤد: 3919۔ السنن الکبریٰ، حدیث: 16521، قال النوویؒ فی ریاض الصالحین فی باب النھی عن التطیّر: حدیثٌ صحیحٌ وقال البعض: حسن لغیرہٖ)

# حرفِ آخر: توکُّل کی عظَمت اور صفر کی بَرَکت

مادّہ پرستی کے تباہ کُن اثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنی نگاہیں فقط دُنیا کی ظاہری چمک دَمک پر جمار کھی ہیں اور دُنیا جمع کر لینے کو ہی کامیابی کا معیار سمجھ لیا ہے... حالانکہ قرآن وحدیث سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عِیاں ہے کہ کامیاب انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرّم ﷺ کی اِطاعت و فرماں برداری کر کے اُنھیں راضی کر لے۔

اگر کسی نے دُنیا کی تمام تر نعمتیں سمیٹ لیں، مگر اپنے خالقِ کریم کو راضی نہ کر سکا تو وہ ہر گز کامیاب نہیں، بلکہ حقیقی معنوں میں ناکام ہے... اِس کے برعکس جس خوش نصیب نے اللہ کریم اور اُس کے رسولِ محتشم ﷺ کو خوش کر لیا وہ دُنیا و آخرت میں کامیاب ہے، اگرچہ اُس کے پاس ظاہری اسباب کچھ بھی نہ ہوں۔

حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لیے تین چیزوں کی اِصلاح ضروری ہے:

1) بندے کے عقائد درست ہوں اور وہ کفر و گمراہی والے نظریات سے دُور رہے۔
2) اُس کی گفتگو، کردار اور اعمال شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہوں۔
3) اُس کا دل اچھے اوصاف سے مزین ہو اور مذموم صفات سے پاک ہو۔

عصرِ حاضر میں دین پر عمل کا جذبہ بہت کمزور ہو چکا ہے، خصوصًا دل کی اِصلاح کی طرف توجّہ تو نہ ہونے کے برابر ہے، حالانکہ دل پورے جسم کا بادشاہ ہے اور مالکِ کریم جَلَّ شَانُہٗ کی نگاہِ کرم اِسی کی طرف ہوتی ہے۔ چنانچہ اِسے سنوارنے کی فکر زیادہ ہونی چاہیے۔

بہر حال صفر کی آمد کے پیشِ نظر دل کی اِصلاح اور اِس مہینے سے متعلق پائے جانے والے فاسد خیالات کی تردید کے لیے آج کے خطبہ میں دل کے ایک انتہائی اہمّ وصف توکُّل سے متعلق کچھ گفتگو کی گئی، جس کے چند اہم نِکات یہ ہیں:

1) جس طرح ظاہری اعمال میں بعض چیزیں فرض ہیں، جب کہ کچھ حرام ہیں... اِسی طرح دل میں بعض اوصاف موجود ہونا بھی فرض و لازم ہے اور بعض کی موجودگی حرام و ممنوع ہے۔ مثال کے طور پر:
   - دل میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر، رِضائے الٰہی پر راضی رہنا، اِخلاص، عاجزی، خُشوع و خُضوع، اچھا گمان اور خیر خواہی وغیرہ اوصافِ حمیدہ کا موجود ہونا فرض ہے۔
   - جب کہ تکبُّر، حسد، بخل، لمبی اُمّید، بد گُمانی، دین میں سُستی، ناشکری، لالچ، دُنیا کی مَحبَّت، عزّت و منصب و شہرت کی طلب، مسکینوں کو حقیر سمجھنا اور بے صبری وغیرہ مذموم صفات قلبی مُحرَّمات میں سے ہیں۔

یاد رہے کہ قلبی فرائض و محرّمات کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے۔

2) توکُّل بھی اُنہی اوصافِ حمیدہ میں سے ہے جن سے دل کو مزیّن کرنا فرض ہے۔ قرآنِ مجید ارشاد فرماتا ہے: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ "اگر تم مومن ہو تو اللہ پر ہی بھروسا رکھو!" [المائدۃ 5:23]

3) توکُّل کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے اور اُس کی قدرت پر کامل یقین رکھے۔ یعنی نظامِ دُنیا کے مطابق اسباب اختیار کرنے کے بعد نظر اُن اسباب پر نہ رکھے، بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ ہو گا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

4) توکُّل کی برکت سے انسان کو بے شمار دینی و دُنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ سب سے بڑی سعادت یہ کہ اللہ تعالیٰ توکُّل کرنے والوں سے محبّت فرماتا ہے۔ امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام الانبیا ﷺ سے روایت کیا: لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا۔ "اگر تم اللہ تعالیٰ پر اُس طرح توکُّل کرو جیسا توکل کا حق ہے تو ربِّ کریم تمہیں ایسے رزق عطا فرمائے جیسے پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے لَوٹتے ہیں۔" (سننِ ابن ماجہ، حدیث: 4164۔ جامع ترمذی، حدیث: 2344، حدیث صحیح)

5) توکُّل کی دولت حاصل کرنے کے لیے:

i. ربِّ کریم سے دُعائیں کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی ذات پر اعتماد کی دولت سے مالا مال کر دے!

ii. اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین کو مزید پختہ کرنا چاہیے۔ یقین جتنا مضبوط ہو توکُّل بھی اُتنا ہی مُستحکم ہوتا ہے۔

iii. توکُّل کے فوائد اور بے توکُّلی کے نقصانات پر غور کرنا چاہیے۔

iv. ربِّ کریم پر بھروسا کرنے والے بزرگوں کے ایمان افروز واقعات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

6) دورِ جاہلیت میں لوگ یقین و توکُّل نہ ہونے کی وجہ سے بلاوجہ کئی چیزوں کو منحوس سمجھ لیتے تھے۔ اِسی تناظر میں وہ صفر کے مہینے کو بھی بلاؤں اور مصیبتوں کا مہینہ سمجھتے تھے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اِس سوچ کی نفی فرمائی ہے۔

7) اگر کبھی شیطانی وسوسوں کی وجہ سے کسی چیز کے بارے میں بدشگونی پیدا ہونے لگے تو توکُّل کو پختہ کرنا چاہیے اور یہ دُعا پڑھنی چاہیے، اِس کی برکت سے کوئی نقصان نہیں ہو گا: اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ۔ یعنی "اے اللہ! بھلائیاں صرف تو ہی عطا فرماتا ہے اور برائیوں / ناپسندیدہ اُمور سے صرف تو ہی بچاتا ہے، گناہوں اور برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی و بھلائی کی توفیق فقط تیری ہی طرف سے ہے۔"

**شرعی مسئلہ:** بچوں کے بعض کھلونے ایسے ہوتے ہیں جن میں ساتھ میوزک بھی چلتا ہے، چونکہ قصد و اِرادے سے موسیقی سُننا ناجائز و حرام ہے اور احادیثِ مبارکہ میں سختی کے ساتھ اِس سے منع فرمایا گیا ہے؛ لہٰذا میوزک والے کھلونوں سے احتیاط کرنی چاہیے اور موسیقی کی غرض سے اِن کی خرید و فروخت اور استعمال سے مکمل پرہیز کرنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ سید المتوکّلین، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کے طفیل ہمیں بھی سچا توکُّل نصیب فرمائے اور اپنے کرم سے ہمارے ظاہر و باطن کو اپنا پسندیدہ بنادے! مالکِ کریم ماہِ نَو صفر المظفّر کو ہمارے لیے برکتوں اور رحمتوں کا ذریعہ بنائے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!